رفیع اللہ

قربانی کی فقہی حیثیت

اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کتاب وسنّت کے بعد شرعی احکام کی تفصیلات میں ائمۂ مذاہب اربعہ (ابوحنیفہ، شافعی، مالک ابن حنبل) کو سند کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ان بزرگوں کا زمانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے آپؐ کے اور صحابہ کے اقوال وافعال اچھی طرح معلوم کر سکتے تھے۔ اور ساتھ ہی انھیں علوم اسلامیہ وعربیہ میں کمال حاصل تھا۔ اور وہ تقویٰ کی اعلیٰ بلندیوں پر تھے۔

یہی وجہ ہے کہ عامۃ المسلمین نے ہمیشہ ان ائمۂ عظام پر پورا پورا اعتماد کیا ہے۔ لیکن بعض اوقات فقہی موشگافیوں کے ذریعے ان اکابر امت کی حیثیت کو غلط طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور بہت سے فقہی مسائل میں افراط وتفریط سے کام لیا گیا اور لیا جاتا ہے۔ انہی میں سے ایک مسئلہ قربانی کا بھی ہے۔

عوام کو فقہی موشگافیوں سے بچانے کے لیے مذاہب اربعہ کے روشن فکر مصری علماء نے فقہ کی ایک نفیس ترین کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" تالیف کی ہے جسے تمام اسلامی دنیا میں قبول عام حاصل ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اول نظر ہی میں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کون سے مسائل ہیں جن پر ائمۂ مذاہب اربعہ کی اکثریت متفق ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں قربانی کے مسئلہ کو بھی ایسا واضح طور پر پیش کیا گیا ہے کہ کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

قربانی کے حکم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سنت ہے۔

"اما حکمها فهو سنة" (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، ج ۱، ص ۵۹۳) الاضحیۃ سنۃ عین مؤکدۃ

یثاب فاعلہا ولا یعاقب تارکہا (ایضاً) - یعنی قربانی سنت عین مؤکدہ ہے کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا اور ترک کرنے والے پر کوئی گرفت نہیں۔

کتنے واضح الفاظ ہیں کہ قربانی ایک کار ثواب ضرور ہے لیکن نہ کرنے والے پر شریعت کی طرف سے کسی قسم کی گرفت نہیں۔

قربانی کے متعلق مندرجۂ بالا مسلک صرف ائمۂ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ(۱)، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہی نہیں ہے بلکہ حنفی فقہ کے دو بڑے امام یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی ان کے ہم نوا ہیں۔

وقال ابوحنیفۃ الضحیۃ واجبۃٌ علی المقیمین فی الامصار الموسرین ولا تجب علی المسافرین و خالفہٗ صاحباہٗ ابویوسف ومحمد فقالا انہا لیست بواجبۃٍ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۴۱۵) -

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ خوش حال شہری جو حالتِ سفر میں نہ ہوں ان پر قربانی واجب ہے - مسافروں پر نہیں ہے - لیکن صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قربانی واجب نہیں ہے۔

یہاں پر یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ حنفی فقہ زیادہ تر انہی تینوں ائمہ سے عبارت ہے - کہیں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دے کر فتویٰ دیا جاتا ہے اور کہیں امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال کو اختیار کیا جاتا ہے - بلکہ حنفی فقہ میں زیادہ تر صاحبین کے اقوال ہی کو ترجیح دی گئی ہے۔

حق یہ تھا کہ حنفی فقہ کے ان ائمہ کے ان اقوال کو اختیار کیا جاتا جو ائمہ مذاہب ثلاثہ سے متفق ہوں - لیکن معاملہ برعکس ہے - چنانچہ جب امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے ائمۂ مذاہب ثلاثہ کے مطابق ہوں تو اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر والے

---

(۱) امام مالکؒ کے نزدیک حاجی پر بھی کوئی قربانی نہیں ورخّص مالک للحاجّ فی ترکہا بمنیٰ (بدایۃ المجتہد ۱، ص ۴۱۵)

مسئلہ قربانی میں ہوا۔ اور جب کبھی امام ابوحنیفہ کا مسلک ائمہ ثلاثہ کے عین مطابق ہو تو اس کو چھوڑ کر امام ابو یوسف کا مسلک اختیار کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً بٹائی کے غیر مشروع ہونے کے بارے میں امام صاحب دوسرے ائمہ کے ساتھ یک زبان ہیں۔ لیکن یہاں امام ابو یوسف کے مسلک کو اختیار کر لیا گیا جنہوں نے اس مسئلہ میں کچھ جواز نکالنے کی کوشش کی۔

ائمہ مذاہب اربعہ نے قربانی کے متعلق یہ مسلک رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے عمل کو سامنے رکھ کر متعین فرمایا۔ جس کی تائید متعدد روایات سے ہوتی ہے۔ قارئین ان روایات کو پڑھ کر قربانی کے صحیح مقام کا خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس مضمون کی ایک سے زائد حدیثیں ہیں کہ رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ میں قربانی فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ آپؐ کے لیے فرضیت کے درجے میں تھی۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی قربانی کو بنی ہاشم کے تمام خاندان کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا ہر گھر میں قربانی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت علی بن حسین فرماتے ہیں فمکثنا سنین لیس لرجل من بنی ہاشم یضحی قد کفاہ اللہ المؤنۃ برسول اللہ صلعم والغرم رواہ احمد۔

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار علامہ شوکانی ج ۵، ص ۱۱۰)

(ترجمہ) کہ بنی ہاشم میں سے کوئی بھی قربانی نہیں کرتا تھا اور وہ رسول اللہ صلعم کی قربانی کو اپنے لیے کافی سمجھتے تھے۔

خود رسول اللہ صلعم نے بھی اس کی وضاحت فرما دی تھی

ثلث کتب علیّ ولم تکتب علیکم۔ الضحی والاضحیۃ والوتر۔

(روح المعانی علامہ الوسی ج ۳۰، ص ۲۴۷)

(ترجمہ) کہ تین چیزیں میرے لیے تو فرض ہیں لیکن امت کے لیے نہیں۔ نماز چاشت قربانی اور وتر۔ اس حدیث میں نماز چاشت کا بھی ذکر ہے لیکن معلوم نہیں اسے بھی قربانی جتنی

اہمیت کیوں نہیں دی جاتی۔

ایک اور حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قربانی ہر شخص کے ارادے پر موقوف ہے۔

مَن رائی منکم ہلال ذی الحجہ واراد ان یضحی فلا یحلق شعراً ولا یقلم ظفراً حتی ینحر اضحیتہ۔

(نیل الاوطار از علامہ شوکانی ج ۵، ص ۱۱۰)

تم میں سے جو حج کے مہینے کا چاند دیکھے اور قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ قربانی ذبح کرنے سے پہلے نہ اپنے بال بنوائے اور نہ ہی ناخن ترشوائے۔

امام شافعی کی کتاب 'کتاب الام' اور ابو بکر جصاص کی کتاب 'احکام القرآن' میں شافعی اور مالکی فقہا نے اس حدیث کو اپنے مسلک عدم وجوب کی تائید میں پیش کیا ہے۔[1]

صحابہؓ کا عمل کبھی عمل رسولؐ کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اجلّ صحابہ صرف اس لیے عمداً قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اسے کہیں واجب نہ سمجھ لیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق واضح الفاظ میں یہ صحیح روایت موجود ہے کہ وہ قربانی نہیں کرتے تھے

وَ قد بلغنا ان ابابکرٍ و عمر کانا لا یضحیان کراہتہً ان یقتدی بہما لیظنّ من رآہما انہا واجبۃٌ

(کتاب الام للامام شافعی ج ۲، ص ۱۸۹)

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں یہی روایت نقل فرمائی ہے۔ چونکہ روایت صحیح تھی اور اسے جھٹلانا ناممکن۔ اس لیے فقہی موشگافیوں سے اس کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی گئی۔

---

(۱) قرطبی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: قالوا: فقولہ اذا اراد احدکم ان یضحی فیہ دلیل علی ان الضحیۃ لیست بواجبۃ (ہدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۴۱۵) یعنی بعض فقہا نے اس لفظ (خط کشیدہ) سے یہ استدلال کیا ہے کہ قربانی واجب نہیں ــــــ لیکن ہمارے خیال میں یہ استدلال قوی نہیں۔ محمد جعفر

چنانچہ حنفی فقہ کے ایک بہت بڑے امام علامہ ابن ہمام نے اس روایت کی یوں تاویل کی ہے:
انہما کانا لا یضحیان فی حالۃ الاعسار مخافۃ ان یراہا الناس واجبۃً علی المعسرین (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۸، ص ۷۰)۔

یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تنگ دستی کی حالت میں قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ کہیں لوگ اسے تنگ دستوں کے لیے واجب نہ سمجھ لیں[1]۔

"حالۃ الاعسار" کے الفاظ بڑھا کر خلفا کے عمل کو اپنے مسلک کے مطابق بنانے کی کوشش بے سند معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ کوئی ضعیف روایت بھی اس مضمون کی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عمرؓ اور سیدنا ابوبکرؓ کے قربانی ترک کرنے کا سبب تنگ دستی ہو۔

رئیس المفسرین حضرت ابن عباس کا بھی یہی مسلک ہے بلکہ انھوں نے ایسی عملی مثال سے سمجھایا ہے کہ تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

و مذہب ابن عباس ان لا وجوب قال عکرمۃ بعثنی ابن عباس بدرہمین اشتری بہما لحماً وقال من لقیت فقل لہ ہذہ اضحیۃ ابن عباس۔ (ہدایۃ المجتہد از علامہ ابن رشد ج ۱، ص ۳۱۶)

(ترجمہ) اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے انھیں دو درہم دے کر گوشت خریدنے کے لیے بھیجا۔ اور فرمایا کہ ہر ملنے والے سے کہہ دینا کہ بس یہی ابن عباس کی طرف سے قربانی ہے۔

تاویلات کی گنجائش نہ تھی تو لطیف باتیں بھی پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ اس روایت سے ایک لطیف بات یہ نکالی جاتی ہے کہ گو حضرت ابن عباس قربانی نہیں کرتے تھے تاہم وہ اس دن دو درہم کا گوشت ضرور خرید لیتے تھے تاکہ قربانی کرنے والوں کے ساتھ مشابہت قائم رہے۔

لیکن اس کے علاوہ بھی لطیف باتیں نکل سکتی ہیں معلوم نہیں ان کی طرف دھیان کیوں

---

(۱) تنگ دستوں پر تو یوں بھی قربانی ضروری نہیں۔

نہیں دیا گیا۔

مثلاً قربانی کے دن بازار میں گوشت فروخت ہو رہا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ عیدِ قربان کے دن بھی بازار سے گوشت خرید کر اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔

کیا اب بھی قربانی کے دن بازار میں گوشت فروخت ہوتا ہے؟

حضرت ابن عباس اگر دو درہم کا گوشت خرید کر قربانی سے مشابہت پیدا کرتے تھے تو حضرت بلالؓ قربانی کے لیے مرغ ذبح کرتے تھے۔

وروی عن بلالٍ انہ ضحی بدیکٍ (بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۴۱۶)

(ترجمہ) حضرت بلالؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے قربانی کے لیے مرغ ذبح کیا۔(۱)

شمس الائمہ امام سرخسی جو حنفی فقہ کے بہت بڑے امام ہیں حضرت ابومسعود انصاری کا عمل نقل کرتے ہیں کہ ان کی ملکیت میں ایک ہزار بھیڑیں تھیں لیکن وہ صرف اس لیے قربانی ترک کر دیتے تھے کہ عوام اسے واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔

وقال ابومسعود الانصاری یغدو علی الف شاۃٍ و یروح فلا اضحی مخافۃ ان یراہا الناس واجبۃً

(المبسوط علامہ سرخسی ج ۱۲، ص ۸)

(ترجمہ) اور حضرت ابومسعود انصاری نے فرمایا کہ "میرے پاس صبح شام ایک ہزار بکریاں آتی جاتی ہیں لیکن میں اس خوف سے قربانی نہیں کرتا کہ لوگ اسے کہیں واجب نہ سمجھ لیں۔

اس کے بعد علامہ سرخسی ایک بہت ہی وزنی اعتراض نقل کرتے ہیں:

لو کان واجباً لم یحل لہ التناول کما فی جزاء الصید (ایضاً)

---

(۱) حضرت ابن عباس اور حضرت بلال کی ان روایتوں کے بعد قرطبی لکھتے ہیں: و کل حدیث لیس بوارد فی الغرض الذی یحتج بہ فیہ فالاحتجاج بہ ضعیف (ایضاً ص ۴۱۶) یعنی وہ تمام حدیثیں جو اس مقصد کے لیے نہ آئی ہوں جس میں ان کو بطور حجت لایا جائے تو ان سے حجت لانا ضعیف ہے۔ (محمد جعفر)

یعنی اگر قربانی واجب ہوتی تو اس کا گوشت کھانا جائز نہ ہوتا۔ جیسا کہ حالتِ احرام میں شکار کرنے کے تاوان میں فدیہ کے جانور کا گوشت قربانی کرنے والا خود نہیں کھا سکتا۔

لیکن اب تو یہ مسئلہ صرف قربانی کی کھالوں تک محدود رہ گیا ہے کہ وہ ذاتی مصرف میں نہیں لائی جاسکتیں حالانکہ صحابہ اسے بھی اپنے ذاتی مصرف میں لاتے تھے۔

ویتخذون منھا الاسقیۃ (موطا امام مالک ج ۱، ص ۱۸۸)

(ترجمہ) اور قربانی کی کھالوں سے مشکیزے بنا لیتے تھے۔ (اس کی اجازت تو حنفی فقہ میں بھی ہے۔ محمد جعفر)

ذاتی استعمال تو کیا فقہاء نے تو اس کے فروخت تک کرنے کی اجازت دے رکھی ہے

واختلفوا فی جلدھا وشعرھا وما عدا ذٰلک مما ینتفع بہ منھا فقال الجمھور لا یجوز بیعہ وقال ابوحنیفہ یجوز بیعہ بغیر الدراھم والدنانیر ای بالعروض وقال عطاء یجوز بیعہ بکل شیٔ الدراھم و الدنانیر وغیر ذٰلک (بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۴۲۴)

(ترجمہ) قربانی کی کھال، اون، اور دوسری فائدہ مند چیزوں کے فروخت کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک تو اس کا فروخت کرنا جائز نہیں لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک نقدی کے سوا سامانِ ضرورت کے عوض اس کی فروخت جائز ہے اور عطاء نقدی کے عوض بھی فروخت کو جائز کہتے ہیں۔

مزید براں اگر قربانی واجب ہوتی تو دوسری عبادات کی طرح کم از کم اس کے دنوں کی تعیین کے متعلق فقہاء میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ حالانکہ کتب فقہ کے مطالعے سے یہ ذہن نشین ہوتا ہے کہ کسی کے نزدیک یہ چار دن ہے تو کوئی صرف ایک دن کہتا ہے اور کوئی ذوالحجہ کا سارا مہینہ یعنی بقیہ بیس دن۔

وقال الشافعی والاوزاعی الاضحی اربعۃ ایام۔ یوم نحرٍ وثلاثۃ ایام بعدہٗ وروی عن جماعۃٍ انھم قالوا الاضحی فی یومٍ واحدٍ وھو یوم النحر خاصۃ وقد قیل الی آخر یوم من ذی الحجہ وھو شاذٌ لا دلیل علیہ (بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۴۲۲)

(ترجمہ) امام شافعی اور امام اوزاعی کے نزدیک قربانی چار دن ہے۔ قربانی کا دن اور اس کے بعد تین دن اور دیگر علماء کی ایک کثیر جماعت سے یہ روایت کی گئی ہے کہ قربانی صرف ایک دن ہے اور وہ خاص قربانی کا دن ہے اور بعض نے تو اسے ذی الحجہ کے آخری دن تک جائز قرار دیا تاہم یہ قول شاذ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

اور خود علامہ ابن رشد ایک ہی دن کو ترجیح دیتے ہیں۔

واذا کان الاجماع قد انعقد انہ لایجوز الذبح منہا الا فی الیوم العاشر وہی محل الذبح المنصوص علیہا فواجبٌ ان یکون الذبح انما ہو یوم النحر فقط۔ (ہدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۳۲۴)۔

(ترجمہ) اور جب اس پر اجماع ہے کہ شریعت کی رو سے دسویں دن کے علاوہ قربانی ذبح کرنا جائز نہیں تو ضروری ہے کہ قربانی صرف دسویں دن ہی ہونی چاہیے۔

انہی روایات کے پیش نظر امت کے فقہا کی عظیم اکثریت نے یہ فیصلہ دیا کہ قربانی کارِ ثواب ضرور ہے لیکن ترک کرنے والے پر شریعت کی طرف سے کوئی گرفت نہیں۔

مسلم ثقافت ہندوستان میں

مصنفہ عبدالمجید سالک

اس کتاب میں یہ بتلایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند کو گزشتہ ایک ہزار سال کی مدت میں کن برکات سے آشنا کیا اور اس قدیم ملک کی تہذیب و ثقافت پر کتنا وسیع اور گہرا اثر ڈالا۔

قیمت ۱۲ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور